حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

قسط (۲)

احکامِ وراثت

ذوی الفروض کے حصّوں کی تفصیل

میت کی چار جوانب ہوتی ہیں۔ سب سے مقدم ابنائی جانب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے احکام میراث کی ابتداء "یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ اَوْلَادِکُمْ" سے فرمائی ہے۔ یہ "جزءِ میت" ہے۔ دوسری آبائی جانب (اصلِ میّت) ہے، یعنی ماں، باپ، دادا وغیرہ۔ تیسری سببی جانب ہے، یعنی زوجین۔ اور چوتھی اخوی جانب (جزءِ اصل میّت) ہے — عمومی جانب (جزءِ جدِّ میّت) کا بھی اسی میں شمار ہوگا۔

سببی جانب، یعنی زوجین، چونکہ ایک دوسرے کے عصبہ نہیں بن سکتے۔ لہٰذا عصبہ کی تعیین میں فقہاء اسے نظر انداز کر دیتے ہیں اور چار جوانب یوں شمار کرتے ہیں:

(۱) ابنائی جانب (۲) آبائی جانب (۳) اخوی جانب (۴) عمومی جانب۔

اولاد کی میراث

اولاد کی میراث کے بارے میں درج ذیل مسائل قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ میت کی اولاد صرف ایک بیٹی ہو تو اس کا حصہ ½ ہے۔ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو حصہ ⅔ ہے۔ اور اگر اولادِ نرینہ بھی ہو تو پھر بیٹیاں ذوی الفروض نہ رہیں گی، باقی ذوالفروض کے حصے ادا کرنے کے بعد باقی جو ترکہ بچے گا اس میں سب بیٹے بیٹیاں دوہرے اور

اکہرے حصے کی نسبت سے شریک ہوں گے، اور پوتیاں پوتے محروم رہیں گے۔

۲۔ اگر میت کی صرف ایک بیٹی اور پوتی ہو تو پوتی کو $\frac{1}{6}$ ملے گا اور بیٹی کو $\frac{1}{2}$ — یہ کل $\frac{2}{3}$ عورتوں کے حصہ کی آخری حد ہے۔ اور اگر میت کی صرف لڑکیاں ہی دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو $\frac{2}{3}$ مل جائے گا اور پوتی محروم ہو گی۔

۳۔ اگر ایک بیٹی اور پوتیاں ایک سے زیادہ ہوں تو $\frac{1}{6}$ حصہ ہی ان پوتیوں میں برابر برابر تقسیم ہو گا۔

۴۔ اور اگر پوتا موجود ہے تو وہ عصبہ ہے۔ ذوی الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ترکہ اسے ملے گا۔ اب پوتی یا پوتیاں ذوی الفروض سے نہ رہیں گی، بلکہ اس کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی اور ان میں ۱۔۲ کی نسبت سے بقایا ترکہ تقسیم ہو گا۔

۵۔ میت کی اولاد (بیٹے بیٹیوں) میں سے کوئی زندہ نہ رہا ہو، البتہ پوتے پوتیاں موجود ہوں تو ان میں میراث اسی طرح تقسیم ہو گی جس طرح صلبی اولاد میں۔ یعنی اگر صرف ایک پوتی ہے تو $\frac{1}{2}$ ۔ دو یا دو سے زیادہ ہیں تو $\frac{2}{3}$ ۔ اور اگر پوتا یا پوتیاں موجود ہیں تو باقی ترکہ ان میں ۱۔۲ کی نسبت سے تقسیم ہو گا۔

اسی ترتیب سے یہ سلسلہ اگلی پشت یعنی پڑپوتے پڑپوتیوں تک بھی چلے گا۔ اسے درج ذیل مثال سے سمجھیے:

زید (میت) ایک بیوی، دو بیٹیاں، دو پوتیاں، ایک پڑپوتا، ایک پڑپوتی اور دو پڑپوتیاں چھوڑ گیا ہے — اس کی میراث یوں تقسیم ہو گی:

۱۔ اس مثال میں تیسری پشت پر پڑپوتا مل گیا ہے، اور وہ عصبہ ہے، لہٰذا چوتھی پشت کی پڑپوتیاں محروم ہیں۔

۲۔ زوجہ کا حصہ $\frac{1}{8}$ ہے — پہلی پشت میں دو بیٹیوں کا حصہ $\frac{2}{3}$ ہے اور دوسری پشت میں محروم ہیں، کیوں کہ طبقہ اناث کا زیادہ سے زیادہ حصہ دو تہائی ہے اور یہ بیٹیوں کو مل چکا ہے۔ مگر اب چونکہ تیسری پشت میں پڑپوتا آ گیا ہے، جو کہ عصبہ ہے، تو اس ذریعے سے پوتیوں کو بھی حصہ مل جائے گا (یعنی درجہ سافل کے عصبہ نے اوپر کی اناث کو بھی عصبہ بنا دیا) اور وہ حصہ یوں ہو گا:

بیوی کا $\frac{1}{8}$ + بیٹیوں کا $\frac{2}{3}$ — یہ کل $\frac{19}{24}$ ہوا۔ باقی رہے ۲۴ میں سے ۵ حصے، ان

حصوں کو پڑپوتے، پڑپوتی اور پوتیوں میں ۱-۲ کی نسبت سے تقسیم کریں گے۔ یعنی پڑپوتے کے دو حصے، پڑپوتی اور پوتیوں کا ایک ایک حصہ (مؤطا، کتاب الفرائض، باب میراث الولد۔)

مندرجہ بالا مثال میں اگر زید کی بیٹی ایک ہوتی تو اس کا حل یہ ہوتا :

بیوی کا حصہ $\frac{۱}{۸}$، بیٹی کا حصہ $\frac{۱}{۲}$، بیٹی کے ساتھ دو پوتیوں کا حصہ $\frac{۱}{۶}$

یہ کل $\frac{۳ + ۱۲ + ۴}{۲۴} = \frac{۱۹}{۲۴}$ ہوئے۔ گویا ۲۴ میں سے ۵ بچ رہے۔

یہ پانچ حصے ایک پڑپوتا اور ایک پڑپوتی میں ۱-۲ کی نسبت سے تقسیم کرنے کے لیے، پانچ کے اب پندرہ حصے بنائے جائیں گے، دس حصے پڑپوتا کو دیں گے اور پانچ پڑپوتی کو۔

والد کا حصہ :

والد ذوی الفروض میں سے ہے، جس کا $\frac{۱}{۶}$ حصہ مقرر ہے۔ لیکن اگر میت شادی شدہ نہ ہو ـــــ یا شادی شدہ ہو، مگر اس کی اولاد (بیٹا، پوتا وغیرہ) نہ ہو تو یہ اپنا مقرر حصہ پانے کے علاوہ بقایا ترکہ بھی پائے گا۔

مثلاً میت کی صرف والدہ، والد ہی ہیں تو والدہ کو $\frac{۱}{۳}$ یا والد کو $\frac{۱}{۶}$ ـــــ اور پھر باقی کا $\frac{۱}{۲}$ بھی والد کو بطور عصبہ مل جائے گا اور اس کا حصہ $\frac{۲}{۳}$ ہو جائے گا۔ اور اگر ذوی الفروض کے حصے پورے کرنے کے بعد والد کے لیے $\frac{۱}{۶}$ بھی نہ بچے، تو اسے بہر حال $\frac{۱}{۶}$ دیا جائے گا۔

مثلاً میت کی بیوی بھی ہے، ماں بھی اور دو بیٹیاں بھی تو ان کے حصے :

$$\frac{۱}{۸} + \frac{۱}{۶} + \frac{۲}{۳} = \frac{۳ + ۴ + ۱۶}{۲۴} = \frac{۲۳}{۲۴}$$

یعنی صرف $\frac{۱}{۲۴}$ حصہ بچا۔ اب والد کا حصہ پورا کرنے کے لیے، یا سب حصوں میں درست نسبت قائم رکھنے کے لیے عول کا قاعدہ استعمال کریں گے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اس مسئلہ کو مسئلہ منبریہ بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ ایسا ہی سوال حضرت علیؓ سے برسرِ منبر ہُوا تھا، تو آپؓ نے عول کے قاعدہ کے مطابق ہی جواب دیا تھا۔

اولادِ نرینہ اور والد کی موجودگی میں بہن بھائی محروم ہوتے ہیں ـــــ گویا والد تین طرح حصہ پاتا ہے :

(۱) بصورتِ فرض $\frac{۱}{۶}$ (۲) بصورتِ عصبہ اور فرض، جیسا کہ مثال میں مذکور ہے۔ اور (۳) بصورتِ عصبہ۔ اگر میت کا صرف والد ہی موجود ہو تو اسے پورا ترکہ ملے گا۔

ماں کا حصہ:

۱۔ اولاد (بیٹے، بیٹیاں یا پوتے، پوتیاں) کی موجودگی میں ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہے۔

۲۔ اگر اولاد تو نہیں، مگر دو یا دو سے زیادہ بھائی۔ اسی طرح دو یا دو سے زیادہ بہنیں —— ہوں (خواہ یہ سگے ہوں، سوتیلے یا ماں جائے) تو بھی ماں کا چھٹا یعنی $\frac{1}{6}$ حصہ ہے۔

۳۔ اگر اولاد نہ ہو، مگر بھائی یا بہن صرف ایک ایک ہو تو ماں کا حصہ $\frac{1}{3}$ ہے۔

۴۔ اگر نہ اولاد ہو، نہ بھائی بہن تو اس کا حصہ $\frac{1}{3}$ ہے، مگر اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً میت کی زوجہ اور ماں باپ ہوں، تو زوجہ کا حصہ $\frac{1}{4}$ نکال کر باقی کا $\frac{1}{3}$ ($\frac{3}{4} \times \frac{1}{3}$) یعنی اسے کل کا $\frac{1}{4}$ ملے گا، باقی $\frac{1}{2}$ باپ کو مل جائے گا (عصبہ) —— اور اگر والد کی بجائے دادا ہو تو ماں کو کل کا $\frac{1}{3}$ ملے گا۔

یہ مسئلہ عمریہ کہلاتا ہے، کیوں کہ یہ فیصلہ حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ اور مسئلہ غرائیہ بھی، کیوں کہ یہ روشن ستارے کی طرح مشہور ہے۔

۵۔ اگر میت عورت ہے اور وہ خاوند اور ماں باپ چھوڑ جاتی ہے، تو پہلے خاوند کو $\frac{1}{2}$ ملے گا۔ باقی $\frac{1}{2}$ کا $\frac{1}{3}$ (یعنی کل کا $\frac{1}{6}$) ماں کو ملے گا اور باقی $\frac{1}{3}$ باپ کو۔

ماں جائے بہن بھائیوں کا حصہ:

یہ صرف کلالہ کے وارث ہوتے ہیں۔ وہ یوں کہ اگر ایک بھائی ہے تو اسے $\frac{1}{6}$ ملے گا۔ اگر ایک بہن بھی ہے تو اسے بھی $\frac{1}{6}$، اور اگر بہن بھائی زیادہ ہوں تو یہ سب $\frac{1}{3}$ میں ہی برابر کے شریک ہوں گے، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

سگے بہن بھائیوں کا حصہ:

۱۔ سگے بہن بھائی اس وقت وارث ہوں گے جب میت کی نہ اولاد نرینہ ہو اور نہ باپ۔ یہ بیٹیوں یا پوتوں کے ساتھ وارث ہوتے ہیں۔ مثلاً میت کی صرف ایک بیٹی ہے تو اسے $\frac{1}{2}$ ملے گا۔ پھر اگر سگی بہن بھی ہے تو اسے $\frac{1}{2}$ ملے گا۔ اور اگر بیٹی کے ساتھ پوتی بھی ہو، تو بیٹی کا $\frac{1}{2}$، پوتی کا $\frac{1}{6}$، باقی $\frac{1}{3}$ بہن کو ملے گا۔ (بخاری، کتاب الفرائض،

باب میراث ابنۃ ابنٍ مع ابنتہٖ)۔

۲۔ میت کی اولادِ نرینہ نہ ہو نہ باپ ہو، مگر دادا زندہ ہو تو دادا کی موجودگی میں بہن بھائیوں کی وراثت اور حصّہ میں اختلاف ہے، جس کا ذکر" دادا کے حصّہ " میں ہوگا۔

۳۔ اور اگر دادا بھی زندہ نہ ہو تو سگے بہن بھائیوں کی حیثیت ملی جلی اولاد کی سی ہوتی ہے۔ یعنی ذوی الفروض کا حصّہ ادا کرنے کے بعد باقی ترکہ ان میں ۱-۲ کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔ اور اگر ذوی الفروض سے کچھ نہ بچے تو کچھ نہ پائیں گے۔

۴۔ میت بے اولاد ہے، باپ یا دادا بھی نہیں، مگر سگی بہن ہے، تو اس کا حصّہ $\frac{1}{2}$ ہے۔ دو ہوں، یا زیادہ ہوں تو ان کا حصّہ $\frac{2}{3}$ ہے۔ اور کوئی بھائی بھی ہے تو پھر وہ عصبہ ہیں۔ باقی کا ترکہ ان میں ۱-۲ کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔ گویا اس صورت میں بہن بھائی اولاد کے قائم مقام ہوں گے۔

۵۔ درج ذیل صورت میں سگے بہن بھائیوں کے لیے کچھ نہیں بچتا:
مثلاً میت عورت ہے، اور اس کے وارث خاوند، ماں، سگے بہن بھائی اور ماں جائے بہن بھائی ہیں۔ اب خاوند کو $\frac{1}{2}$، ماں کو $\frac{1}{6}$ اور مادری بہن بھائیوں کو $\frac{1}{3}$ ملا، تو سگے بہن بھائیوں کے لیے کچھ نہ بچا۔ اس صورت میں سگے بہن بھائی بھی ماں جائے بہن بھائیوں کے $\frac{1}{3}$ حصّہ میں شریک ہو جائیں گے۔ اور مرد، عورت سب کا حصّہ برابر ہوگا۔ البتہ سوتیلوں کو کچھ نہ ملے گا۔

سوتیلے بہن بھائیوں کا حصّہ:

۱۔ اگر سگے بہن بھائی نہ ہوں تو سوتیلے بہن بھائی ان کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ مثلاً میت کا صرف ایک ہی سوتیلا بھائی ہے تو وہ کل ترکہ کا وارث ہے۔ اور اگر ایک بہن ہے تو $\frac{1}{2}$، زیادہ ہوں تو $\frac{2}{3}$۔ اور اگر ملے جُلے ہوں تو ان میں بقایا ترکہ ۱-۲ کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔

۲۔ اگر حقیقی اور سوتیلی بہنیں ملی جُلی ہوں، تو ان کی حیثیت بیٹی اور پوتی کی ہوتی ہے۔ جس طرح بیٹی کا $\frac{1}{2}$ اور پوتی کا $\frac{1}{6}$ ہوتا ہے، اسی طرح سگی بہن کا $\frac{1}{2}$ اور سوتیلی بہن کا $\frac{1}{6}$ ہوگا۔ اور اگر سوتیلی بہنیں ایک سے زیادہ ہوں تو یہی $\frac{1}{6}$ ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر سوتیلی بہنوں کے ساتھ کوئی سوتیلا بھائی ہو تو پھر وہ عصبہ ہیں۔ ذوی الفروض کی ادائیگی کے بعد اگر کچھ حصّہ بچ جائے تو ۱-۲ کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔

۴- پھر جس طرح دو یا زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملتا، اسی طرح اگر دو سگی بہنیں ہوں تو سوتیلی بہنوں کو کچھ نہ ملے گا۔

مثال ۱: میت کی بیوی، ایک بیٹی، ایک سوتیلا بھائی، دو سوتیلی بہنیں اور تین مادری بہنیں موجود ہیں، ان میں ترکہ یوں تقسیم ہوگا:

مادری بہنیں صرف کلالہ عورت سے حصہ پاتی ہیں، لہٰذا وہ محروم ہیں۔ بیوی اور بیٹی کا حصہ نکالنے کے بعد باقی سوتیلے بہن بھائیوں میں ۱-۲ کی نسبت سے تقسیم ہوگا۔ چنانچہ:

بیوی $\frac{1}{8}$، بیٹی $\frac{1}{2}$، یہ کل $\frac{5}{8}$ ہوئے۔ باقی ۸ حصوں میں سے ۳ بچ رہے، ان کے پھر ۱۲ حصے بنائیں گے، جن میں سے ۶ بھائی کے اور ہر بہن کے ۳، ۳ ہوں گے۔ (مادری بہن بھائی کلالہ میت (عورت) سے کل $\frac{1}{3}$ حصہ پاتے ہیں۔ اس صورت میں سوتیلے محروم، اور اگر علّتی ہوں تو مادری بہن بھائیوں سے مل کر برابر برابر حصہ پائیں گے)!

مثال ۲: میّت نے دو حقیقی بہنیں، ایک علاتی بہن اور ایک بھتیجا چھوڑا ہے۔ ان میں ترکہ یوں تقسیم ہوگا:

دو حقیقی بہنوں کا $\frac{2}{3}$ ہے، یہ اناث کے معین حصہ کی آخری حد ہے۔ لہٰذا علاتی بہن محروم اور باقی $\frac{1}{3}$ بھتیجا بطور عصبہ لے جائے گا۔

دادا کا حصّہ:

۱- باپ نہ ہونے کی صورت میں دادا $\frac{1}{6}$ حصہ پائے گا۔

۲- اگر اولاد نرینہ نہ ہو اور باپ بھی نہ ہو، البتہ حقیقی بہن بھائی موجود ہوں، تو کیا دادا عصبہ بن سکتا ہے؟ یہ مسئلہ اختلافی ہے اور اس کے حصہ میں بھی اختلاف ہے۔ علم الفرائض میں یہ مسئلہ "مقاسمۃ الجد" کی اصطلاح سے مشہور ہے۔ اگر بہن بھائی نہ ہوں پھر تو اس کے عصبہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چنانچہ ترمذی اور ابوداؤد میں مذکور ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا "میرا پوتا مر گیا ہے، اس میں میرا حصہ کیا ہے؟" آپؐ نے فرمایا "چھٹا"۔ وہ چلا گیا تو آپؐ نے اسے بلا کر فرمایا، "تیرے لیے ایک چھٹا حصّہ اور ہے"۔ پھر دوبارہ اسے بلا کر وضاحت فرمائی کہ یہ دوسرا چھٹا تمہارے لیے خوراک (ابوداؤد) اور ترمذی میں "لك عصبة" (یعنی بطور عصبہ)

ہے ۔(ترمذی، ابواب الفرائض ۔ باب فی میراث الجدّ)

اس حدیث کی تشریح لمعات میں یوں مذکور ہے کہ میت کے وارث تھے ہی دو بیٹیاں اور ایک دادا، دیگر کوئی نہ تھا ۔ $\frac{2}{3}$ بیٹیوں کو اور $\frac{1}{6}$ دادا کو ۔ باقی کا $\frac{1}{6}$ آپؐ نے اسے بطور عصبہ دے دیا، اور اس کی وضاحت بھی فرما دی ۔

"مقاسمۃ الجد" کی تین صورتیں ہیں :

۱ ۔ ذوی الفروض کے بعد اسے باقی مال کا $\frac{1}{3}$ دے دیا جائے، اور باقی $\frac{2}{3}$ بہن بھائیوں میں ۱ ۔ ۲ کی نسبت سے تقسیم ہو ۔

۲ ۔ اسے بھی ایک بھائی تصور کر کے باقی مال دادا اور بہن بھائیوں میں ۱ ۔ ۲ کی نسبت سے تقسیم ہو ۔

۳ ۔ اسے کل مال کا $\frac{1}{6}$ دے دیا جائے (فرض) ۔۔۔ ان میں سے جو صورت دادا کے حق میں بہتر ہو، وہی اختیار کی جائے گی !

اور مؤطا میں سلیمان بن یسارؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ نے دادا کو بھائی بہنوں کے ساتھ ایک ثلث دلایا (مؤطا باب میراث الجدّ)

مندرجہ بالا تینوں صورتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دادا کی موجودگی میں بہن بھائی بطور عصبہ حصے پاتے ہیں ۔ خواہ یہ عصبہ مکمل ہو یا مشترکہ ہو ۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے ۔ جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بہن بھائی محروم ہوتے ہیں ۔

گویا راجح مذہب یہی ہے کہ دادا کی موجودگی میں بہن بھائی وارث ہوتے ہیں ۔۔۔۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا بھائیوں کے حصہ میں ہر طرح کے بہن بھائی (سگے، سوتیلے اور ماں جائے) شریک ہوں گے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ماں جائے تو بہر حال محروم ہوتے ہیں ۔ رہے سوتیلے، تو ان کے ترکہ پانے کی صرف یہ صورت ہو گی کہ سگے بھائی نہ ہوں اور صرف بہن یا بہنیں ہی ہوں ۔ اس صورت میں باقی ترکہ کو اکائی مان کر سگی بہنوں کو $\frac{1}{2}$ یا $\frac{2}{3}$ دے دیا جائے، باقی کا سوتیلے بہن بھائیوں میں ۱ ۔ ۲ کی نسبت سے تقسیم ہو ۔

جدّہ صحیحہ کا حصّہ :

جدّہ صحیحہ صرف نانی اور پڑنانی (ماں کی ماں کی ماں) یا پھر دادی اور پڑدادی (باپ کی

ماں کی ماں) ہے ـــــ باقی سب قسم کی نانیاں، دادیاں محروم ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ماں کی موجودگی میں نانی کو $\frac{۱}{۶}$ حصّہ دلایا۔

اور دادی کا حصّہ ماں یا باپ کسی بھی ایک کے نہ ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے دادی کو $\frac{۱}{۶}$ حصّہ دلایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر نانی اور دادی دونوں موجود ہوں تو وہ اسی $\frac{۱}{۶}$ میں برابر کی شریک ہوں گی (مؤطا، کتاب الفرائض، باب میراث الجدّہ) یعنی ماں کی جگہ نانی، اور اگر نانی نہ ہو تو دادی، اور اگر دونوں ہوں تو دونوں شریک ہوں گی۔

اگر ماں باپ دونوں نہیں اور دادا بھی نہیں، تو دادی کو باپ کی جگہ $\frac{۱}{۶}$ ملے گا، اور نانی ہے تو محروم ہوگی۔ گویا نانی صرف ماں کی طرف سے حصّہ لے سکتی ہے، اور دادی ماں باپ دونوں کی جگہ۔

عول اور رد

عول:

بعض دفعہ ذوی الفروض کے حصوں کا نسبتی مجموعہ ایک سے بڑھ جاتا ہے۔ مثلاً میت کے وارث بیوی، ماں، باپ اور تین بیٹیاں ہیں، ان کے ترکہ کی نسبت یہ ہوگی:

بیوی $\frac{۱}{۸}$ + ماں $\frac{۱}{۶}$ + باپ $\frac{۱}{۶}$ + بیٹیاں $\frac{۲}{۳}$ = $\frac{۳ + ۴ + ۴ + ۱۶}{۲۴}$ = $\frac{۲۷}{۲۴}$ (یا $\frac{۹}{۸}$)

یہاں نسبتی مجموعہ ایک سے بڑھ گیا ہے، تو اب جائیداد کے ۲۴ کے بجائے ۲۷ حصے بنا دیئے جائیں گے۔ پھر بیوی کو ۳۔ ماں کو ۶، باپ کو ۴، بیٹیوں کو ٦ حصے مل جائیں گے، اور ہر حصّہ میں آٹھواں حصّہ کمی واقع ہو جائے گی۔

یہ مثال قبل ازیں "والد کے حصّہ" میں گزر چکی ہے۔ نیز یہ کہ اس سوال کا جواب حضرت علی رضؓ نے برسرِ منبر دیا تھا، اس وجہ سے اس کا نام ہی "مسئلہ منبریہ" پڑ گیا۔

دوسری مثال، جو "مسئلہ اکدریہ" کہلاتی ہے، یہ ہے کہ مثلاً میت عورت ہے، جو خاوند، ماں، سگی بہن اور دادا چھوڑ جاتی ہے ـــــ اب:

خاوند کو $\frac{۱}{۲}$، ماں کو $\frac{۱}{۳}$، دادا کو $\frac{۱}{۶}$ اور سگی بہن کو $\frac{۱}{۲}$ ملے گا ـــــ یعنی

$$\frac{1}{2} + \frac{1}{3} + \frac{1}{6} + \frac{1}{2} = \frac{3 + 1 + 2 + 3}{6} = \frac{9}{6}$$

یہاں بھی ترکہ کو نو حصوں میں تقسیم کر کے خاوند کو ۳، ماں کو ۲، دادا کو ۱، اور بہن کو ۳ حصے دیئے جائیں، اور ہر حصے میں تیسرا حصہ کمی واقع ہو جائے گی۔

"عول" صرف ایسے مسائل میں پیش آتا ہے جبکہ ذو اضعاف اقل ۶ یا ۱۲ یا ۲۴ ہو۔ اور جن مسائل میں ۲-۳-۴-۸ ذو اضعاف اقل آئے، ان میں نہیں ہوتا۔

اگر ذو اضعاف اقل ۶ ہو تو وہ ۷ یا ۸ یا ۹ یا ۱۰ حصوں میں بدلتا ہے۔ اگر ۱۲ ہو تو ۱۳-۱۵-۱۷ حصوں میں — اور اگر ذو اضعاف اقل ۲۴ ہو تو وہ صرف ۲۷ میں بدلتا ہے۔

(جاری ہے)

"اور تمہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے، اور ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جس کسی نے بھی ہم پر چڑھائی کی، ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے! —— ہماری تلواریں اللہ کی تلواریں ہیں اور وہ ہر وقت ہمارے ہاتھ میں کھچی ہوئی ہیں۔ اللہ کی قسم ہم اپنی تلواریں کبھی نیام میں نہیں کریں گے۔ ہم اللہ کے لیے، اللہ کے رستے ہیں، اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے اپنے ہر مخالف سے جنگ کریں گے —— بالکل اسی طرح جنگ کریں گے، جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنگ کرنا سکھایا ہے!

اور یہ بات خوب سمجھ لو کہ جب کوئی قوم اللہ کے رستے میں جہاد کو چھوڑ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دیتا ہے —— اور جب کسی قوم میں بے حیائی عام ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بلاؤں اور مصیبتوں کے عذاب نازل کر دیتا ہے۔"

—— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے قبل منبر رسولؐ کے پاس ملتِ اسلامیہ کے نام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب، بحوالہ البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۲۴۳!

(مرسلہ جناب عبدالقیوم ثاقب ڈسکوی)